میں ملحوظ رکھا ہے۔

❖ اس نظم کی زبان آسان اور موثر ہے۔

❖ نظم میں ربط و سلسلہ کے ساتھ خیال کا آگے بڑھنا ضروری ہے۔ اس نظم میں ربط و سلسلہ کے ساتھ خیال آگے کی طرف رواں ہے۔ اس نظم کی روشنی میں بہار فارسی کے کامیاب ترین نظم نگار شاعر ہیں۔

مختصر سوالات

۱- بہار مشہدی کس صدی کا شاعر ہے؟

۲- بہار کا پورا نام کیا ہے؟

۳- بہار کس بادشاہ کے زمانے کے شاعر تھے؟

۴- بہار کے والد کا نام کیا ہے؟

۵- بہار کہاں پیدا ہوئے؟

۶- بہار کو ملک الشعرا کیوں کہتے ہیں؟

۷- ملک الشعرا کا خطاب کس نے دیا تھا؟

۸- بہار مشہدی کی تاریخ وفات کیا ہے؟

طویل سوالات

۱- بہار مشہدی کے حالات زندگی کو چند جملوں میں لکھیے۔

۲- نظم "حسن نیت" کا خلاصہ اپنی زبان میں تحریر کیجیے۔

۳- درج ذیل الفاظ کے معنی لکھیے:

صد در صد جز بد جلوہ ایزد نابخرد دیو

۴- درج ذیل شعر کی تشریح کیجیے:

چو نیکو بنگری در ملک هستی
بغیر از جلوهٔ ایزد نه بینی

۵- درج ذیل شعر کا مطلب بیان کیجیے:

حقایق را ز چشم دیگران بین
که گر خود بین شوی جز خود نه بینی

۶- درج ذیل الفاظ کے معنی لکھیے:

بدبین جلوه ایزد دیو حقایق

۷- اس نظم میں کن کن مصادر کا استعمال کیا گیا ہے، بتائیے۔

عملی کام

۱- اس نظم میں استعمال فعل امر اور نہی کو جمع کیجیے اور ان کے مصادر لکھیے۔

۲- درج ذیل مرکبات کے معانی لکھیے۔

بدبین ملک هستی جلوهٔ ایزد
خود بینان حُسن نیت پیش آمد

❖❖❖

ڈاکٹر محمد اقبال

فارسی اور اردو شعراء میں علامہ اقبال کا نام محتاجِ تعارف نہیں۔ ان کی ولادت ۲۳/ اپریل ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ میں ہوئی۔ ان کے والد کا نام نور محمد تھا۔ ان کا تعلق کشمیری پنڈتوں کے خاندان سے تھا۔ دو سو سال قبل ان کا خاندان مشرف بہ اسلام ہوگیا تھا۔ آپ کے والد ایک درویش صفت انسان تھے۔ آپ نے میٹریکولیشن تک کی تعلیم سیالکوٹ کے ایک ہائی اسکول میں حاصل کی۔ جناب مولانا حسن آپ کے مخلص وشفیق استاد تھے۔ میٹریکولیشن کے بعد آپ نے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ فلاسفی ان کا خاص مضمون تھا۔ یہاں فلاسفی کے مشہور استاد پروفیسر آرنلڈ سے اکتساب فیض کیا۔

علامہ اقبال نے زمانۂ طالب علمی سے ہی اردو میں شعر گوئی کا آغاز کر دیا تھا۔ کچھ سالوں کے بعد یہ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے انگلینڈ تشریف لے گئے۔ یہاں انھوں نے قانون کی سند حاصل کی اور جرمنی کے میونخ یونیورسٹی سے فلاسفی میں ڈاکٹریٹ کیا۔ یورپ میں رہ کر انھوں نے وہاں کی تہذیب وثقافت اور سیاست و تمدن کا گہرا مطالعہ کیا۔ اور وہاں کے بڑے بڑے فلسفیوں سے بھی استفادہ کیا۔ بعد میں ان کی اردو و فارسی شاعری پر اِس کے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ ان کے اردو و فارسی کے آثار سے علمی دنیا اچھی طرح واقف ہے، جن کا تذکرہ تحصیل حاصل ہے۔ ان کی پوری اردو و فارسی شاعری وطن دوستی، ملّی بیداری، آزادی افکار کے محور کے گرد گردش کرتی ہے۔ وہ ۱۹۳۸ء میں ۲۱/ اپریل کو لاہور میں فوت ہوئے۔

ABDEL SOLUTIONS ABSOL PATNA

اگر خواهی حیات اندر خطر زی

غزالی با غزالی دردِ دل گفت
ازین پس در حرم گیرم کنامی
بصحرا صید بندان در کمین اند
بکامِ آهوان صُبحی نه شامی
امان از فتنۂ صیاد خواہم
دل از اندیشه ها آزاد خواہم
رفیقش گفت ای یارِ خردمند
اگر خواهی حیات اندر خطر زی
دمادم خویشتن را بر فسان زن
ز تیغِ پاک گوهر تیز تر زی
خطر تاب و توان را امتحان است
عیارِ جسم و جان را امتحان است

(ڈاکٹر محمد اقبال)

مشکل الفاظ کے معانی

غزال	=	ہرن
حرم	=	خانۂ کعبہ
کنام	=	چوپایوں کی آرام گاہ، آشیانہ
صید بندان	=	شکاری
کمین	=	گھات
صیاد	=	شکاری، صید بند کی جمع
اندیشہ	=	وسوسہ، خیال
رفیق	=	دوست، ساتھی
یارِ خردمند	=	عقل مند دوست
دمادم	=	ہمیشہ
فسان زن	=	کھراد، کھراد پر مارو
فسان	=	کسوٹی، کھراد
زی	=	زندہ رہو۔ یہ زیستن مصدر سے فعل امر واحد حاضر ہے۔
عیار	=	کسوٹی

غور کرنے کی باتیں

❖ آپ نے ڈاکٹر محمد اقبال کی نظم "اگر خواھی حیات اندر خطر زی" پڑھی۔ اس حسین نظم میں اقبال نے زندگی گزارنے کا طریقہ بتایا ہے کہ دنیا شکاری کے پھندے کی طرح ہے، جو وہ شکار پکڑنے

کے لیے بچھائے رہتا ہے کہ کب شکار پھنس جائے۔ اسی طرح دنیا بھی انسان کے لیے ایک پھندہ ہے اور اس میں انسان کو زندگی گزارنی ہے لیکن یہ خیال رہے کہ وہ اس جال میں پھنس نہ جائے۔

❖ ڈاکٹر محمد اقبال نے ہرن کی باہمی گفتگو کے ذریعہ یہ بتایا ہے کہ ہرن اپنے دل کا احساس ظاہر کرتے ہوئے دوسرے ہرن سے کہتی ہے کہ جس جنگل میں ہم لوگ زندگی گزار رہے ہیں اس میں شکاری سیکڑوں جال ڈالے ہوئے ہیں اور ہر وقت گھات لگائے بیٹھے ہیں۔ اس لیے ہمیں ہمیشہ یہاں چوکنا اور ہوشیار رہنا چاہیے اور مصائب کا مقابلہ کرنا چاہیے۔

❖ اس نظم سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسانوں کو زندگی گزارنے کے لیے ہمیشہ خطرات سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

مختصر سوالات

۱- ڈاکٹر محمد اقبال کا تعلق کس خاندان سے تھا؟
۲- ڈاکٹر محمد اقبال نے اعلیٰ تعلیم کہاں حاصل کی؟
۳- ڈاکٹر محمد اقبال کے والد کا نام کیا تھا؟
۴- نظم میں شاعر کیا سبق دینا چاہتا ہے؟
۵- ڈاکٹر محمد اقبال کی وفات کب ہوئی؟
۶- ڈاکٹر محمد اقبال کی قبر کہاں ہے؟

طویل سوالات

۱- نظم کسے کہتے ہیں؟ ایک مختصر نوٹ لکھیے۔
۲- ڈاکٹر محمد اقبال کے حالات زندگی اور شاعری پر مختصر نوٹ لکھیے۔

SOLUTIONS ABDUL PATNA

۳- نظم ''اگر خواهی حیات اندر خطر زی'' کا مفہوم لکھیے۔

۴- درج ذیل اشعار کا مطلب لکھیے:

(۱) رفیقش گفت ای یار خردمند
اگر خواهی حیات اندر خطر زی

(۲) خطر تاب و توان را امتحان است
عیار جسم و جان را امتحان است

عملی کام

۱- اس نظم میں استعمال فعل مضارع کو جمع کیجیے اور اُن کا مصدر لکھیے۔

۲- درج ذیل الفاظ کا ترجمہ کیجیے اور اپنے استاد سے اصلاح لیجیے:

حرم گیرم ....

بکامِ آهوان ....

خواهی حیات ....

تیغ پاک ....

۳- اس نظم میں کن کن افعال کا استعمال کیا گیا ہے، لکھیے۔

❖ ❖ ❖

ABDIEL SOLUTIONS ABSOL PATNA

قصیدہ

قصیدہ صنف شاعری کی ایک مشہور قسم ہے، جس میں کسی کی تعریف یا ہجو (مذمت) بیان کی جاتی ہے۔ جس قصیدہ میں کسی کی تعریف بیان کی جائے اسے مدحیہ اور جس میں کسی کی مذمت کی جائے اسے ہجویہ قصیدہ کہتے ہیں۔ قصیدہ میں مدح و ذم کے علاوہ دیگر مضامین جیسے مناظر قدرت، پند و نصائح، فلسفیانہ افکار اور سماجی و معاشرتی حالات بھی بیان کیے جاتے ہیں۔

قصیدہ گوئی کی ابتدا عرب سے ہوئی ہے۔ ایران میں جب شعر گوئی کا آغاز ہوا تو عرب کی پیروی میں سب سے پہلے قصیدہ گوئی کا رواج عام ہوا۔ چونکہ یہی ایک ایسی صنفِ شاعری ہے جس کے ذریعہ شاعر کو انعام و اکرام اور عزت و مقام حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اس لیے فارسی گو شعرا نے قصیدہ گوئی کے فن کو کمالِ عروج تک پہنچا دیا اور بڑے بڑے معرکے اس میدان میں فتح کیے۔

قصیدہ میں مندرجہ ذیل اجزا ہوتے ہیں:

۱- تشبیب　　۲- گریز

۳- مدح　　۴- حسن طلب یعنی عرض حال

۵- دعا (مقطع)

۱- تشبیب: قصیدہ کا ابتدائی حصہ ہے۔ اسی سے قصیدہ کا آغاز ہوتا ہے۔ اس کا پہلا شعر مطلع کہلاتا ہے۔ ایک قصیدہ میں ایک سے زیادہ مطلع بھی ہو سکتے ہیں۔ مطلع کے شعر کا ہم قافیہ اور ہم ردیف ہونا ضروری ہے۔ قصیدہ کے باقی اشعار کا دوسرا مصرعہ ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتا ہے۔ مطلع جتنا برجستہ اور شگفتہ ہوگا قصیدہ اتنا ہی کامیاب ہوگا۔

موضوع کے اعتبار سے تشبیب کے اشعار میں تنوع ہے۔ مناظر قدرت سے لے کر فخر و مباہات تک تمام مضامین اس میں بیان کیے جاتے ہیں۔

۲-گریز: تشبیب اور مدح کے درمیان گریز کے اشعار کی وجہ سے حسن پیدا ہوتا ہے۔ شاعر اس طرح تشبیب کے اشعار کہتا ہوا مدح گوئی کی طرف گریز کرتا ہے کہ اس کی لطافت سے ندرت پیدا ہو جاتی ہے، اور قاری عام طور پر محسوس نہیں کر پاتا ہے۔

۳- مدح: قصیدہ کا خاص حصہ ہے۔ شاعر اس حصہ میں مدح سرائی کا کمال دِکھلاتا ہے۔

۴- حسن طلب: قصیدہ کا وہ حصہ ہے، جس میں شاعر بڑی نزاکت کے ساتھ ممدوح کے سامنے اپنا مدعا پیش کرتا ہے۔

۵- دعا: قصیدہ کا آخری حصہ ہے۔ شاعر ممدوح کو دعا دیتا ہوا اپنے بہی خواہوں کی کامیابی کی دعا کرتا ہے۔

❖❖❖

ABDIEL SOLUTIONS ABSOL ★PATNA★

فرّخی

نام ابوالحسن علی اور تخلص فرخی ہے۔ سیستان کے جولوغ نامی شخص کے بیٹے تھے۔ آغازِ جوانی میں ادب اور شاعری کے فن میں ماضی کے نامور شاعروں کی پیروی میں مصروف ہوگئے۔ چنگ اور بربط بجانے اور ترنم آفرینی و نغمہ انگیزی میں مہارت پیدا کی۔ انھی خوبیوں کی وجہ سے وہ سیستان کے ایک دہقان کے یہاں ملازم ہوگئے۔ شادی اور اولاد کے بعد سیستان سے باہر جانے اور شعر و موسیقی کے کسی قدردان کی خدمت میں ملازمت کرنے کا ارادہ کیا۔ امیر چغانیان کا وزیر عمید اسعد صاحب ذوق تھا۔ اس نے قصیدہ سن کر انعام و اکرام سے نوازا اور دربار میں ملازم رکھ لیا۔ جب محمود غزنوی کی ادب پروری اور ہنرنوازی کا شہرہ سنا تو وہ غزنین چلا گیا۔ سلطان، اس کے بھائی اور بیٹوں نے فرخی کی بڑی نوازش کی۔ فرخی قصیدہ نگاری میں ماہر سمجھا جاتا ہے۔

❖ ❖ ❖

ABDIEL SOLUTIO
ABSOL

تهنیتِ عید و مدحِ محمود

عید فرخ باد بر شاهِ جهان　　جاودانه شادمان و کامران
نعمتش پیوسته و عمرش دراز　　دولتش پاینده و بختش جوان
سال و مه لشکرکش و لشکرشکن　　روز و شب، کشورده و کشورستان
تا جهان را پادشه باید همی　　پادشه محمود باد اندر جهان
دشمن و بدگوی او را آبِ سرد　　آتشِ سوزنده بادا در دهان
شیر نر در کشورِ ایران زمین　　از نهیبش کرد نتواند زیان
شکر ایزد که ما را خسروی است　　کارساز و کاربین و کامران
خسروی با دولتی نیک و قوی　　خسروی با لشکری کشن و گران
کس نداند گفت اندر هیچ جنگ　　پشت او دیده است بهمان و فلان
وقت آن آمد که در تازد بروم　　نیزه اندر دست و در بازو کمان
تاجِ قیصر بر سرِ قیصر زند　　هم چنان چون بر سرِ خان چترِ خان
تا خزان را تازه گرداند بهار　　تا هوا را تیره گرداند خزان
تا بایام خزان نرگس بود　　تا به هنگامِ بهاران ارغوان

جز برای او متاباد آفتاب
جز بکامِ او مگرداد آسمان

(انتخاب از قصاید فرخی)

ABDIEL SOLUTIONS ABSOL ★ PATNA ★

مشکل الفاظ کے معانی

فرخ	=	مبارک
پیوستہ	=	لگاتار
لشکرکشی	=	حملہ کرنا
کشور دِہ	=	ملک دینے والا
خسرو	=	بادشاہ
کاربین	=	مسئلہ پر غور کرنے والا
گشن	=	بھیڑ
بہمان وفلان	=	کوئی شخص
جاودانہ	=	ہمیشہ
پائندہ	=	قائم، باقی
لشکرشکن	=	مقابلے کی فوج کوشکست دینا
کشورستان	=	ملک فتح کرنے والا
کارساز	=	کام بنانے والا
کامران	=	مقصد حاصل کرنے والا، کامیاب
گراں	=	بھاری
تازد	=	حملہ کرے (تاختن مصدر سے فعل مضارع صیغہ واحد غائب)

غور کرنے کی باتیں

- فارسی شاعری کی پسندیدہ اور مقبول صنف قصیدہ ہے۔
- قصیدے کی وہ قسم، جس میں کسی کی تعریف ہو، اسے مدحیہ قصیدہ اور اگر کسی کی مذمت کی جائے تو اسے ہجویہ قصیدہ کہتے ہیں۔
- ایران میں فارسی زبان میں قصیدہ سرائی کا آغاز عرب شاعروں کی پیروی میں ہوا۔
- قصیدے کا پہلا شعر مطلع کہلاتا ہے۔ مطلع جس قدر برجستہ اور شگفتہ ہوگا قصیدہ اتنا ہی کامیاب ہوگا۔
- تشبیب کے بعد شاعر مدح کی طرف گریز کرتا ہے۔ گریز کا شعر ایسا ہونا چاہیے کہ سننے یا پڑھنے والے کو احساس بھی نہ ہو اور مدح شروع ہو جائے۔
- فارسی کے چند نامور قصیدہ گو شعرا یہ ہیں: انوری، سنائی، فرخی، منوچہری، خاقانی، قاآنی، عرفی۔

مختصر سوالات

۱- کس قسم کی نظم کو قصیدہ کہتے ہیں؟
۲- ترکیبی اعتبار سے قصیدوں کے کتنے حصے ہوتے ہیں؟
۳- فارسی کے مشہور قصیدہ نگاروں کے نام لکھیے۔
۴- فرخی کا نام کیا تھا؟
۵- فرخی کی ولادت کہاں ہوئی تھی؟

طویل سوالات

۱- محمود غزنوی سے اپنی واقفیت کا اظہار چند جملوں میں کیجیے۔
۲- محمود غزنوی کی مدح میں جو قصیدہ فرخی نے لکھا اس کا مفہوم پانچ جملوں میں لکھیے۔
۳- فرخی کے بارے میں جو کچھ معلوم ہے چند جملوں میں لکھیے۔

۴- فرخی نے کس صنف میں شاعری کی؟ لکھیے۔
۵- فرخی کے قصیدے کے کم سے کم دو شعر زبانی یاد کر لیجیے۔

عملی کام

۱- درج ذیل الفاظ کے معنی لکھیے:

تہنیت	....	کشور	....
مدح	....	پاینده	....
فرخ	....	سوزنده	....
جاودانہ	....	کارساز	....
شادمان	....	بدگو	....
کامران	....	کاربین	....

۲- ''فصلِ بہار'' اور ''فصلِ خزاں'' پر پانچ جملے لکھ کر اپنے استاد کو دکھایئے۔
۳- ایران اور روم کے بادشاہوں کو کس کس لقب سے یاد کرتے تھے؟ لکھیے۔

❖❖❖

مثنوی

فارسی میں مثنوی مشہور صنف شاعری ہے۔ مثنوی کے لغوی معنی ''دو'' کے ہیں۔ لیکن شاعری کی اصطلاح میں مثنوی وہ صنف سخن ہے، جس کے دونوں مصرعے میں قافیہ ہوتا ہے۔ جیسے:

دید موسیٰ یک شبانی را براہ
کو ہمی گفت ای کریم و ای الٰہ

اس شعر کے دونوں مصرعوں کے آخر میں راہ اور الٰہ قافیہ ہیں۔

مثنوی میں شعروں کی تعداد مقرر نہیں ہے۔ جیسا کہ غزل اور رباعی میں ہوتا ہے۔ مثنویاں اشعار کی تعداد کے اعتبار سے چھوٹی بھی ہوتی ہیں اور بڑی بھی۔ اس میں کسی تاریخی واقعہ، منظر یا اخلاقی و صوفیانہ خیالات کو ربط اور تسلسل کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ مضامین کے اعتبار سے مثنویوں کی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں۔ رزمیہ، عشقیہ، اخلاقی، صوفیانہ، منظر و سماں وغیرہ۔ فارسی میں مثنوی نگار شاعروں میں فردوسی، سعدی، نظامی، رومی، جامی اور امیر خسرو خاص شہرت رکھتے ہیں۔

❖❖❖

مولانا روم

جلال الدین محمد بہاء الدین عرف مولانا روم ۶۰۴ھ مطابق ۱۲۰۷ء میں بلخ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ ان کا خاندان بعد میں بلخ سے نیشاپور منتقل ہوگیا۔ جلال الدین نے اپنے والد کے انتقال کے بعد مختلف شہروں میں جاکر تعلیم حاصل کی۔ تکمیل علوم ظاہری کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہوگئے۔ وہ اپنے دور کے مشہور معلّمین میں شمار ہوتے تھے۔ علوم باطنی اور سلوک و معرفت کی طرف راغب ہوئے۔ شمس تبریز سے ملاقات ہوئی۔ ان کی شخصیت سے مولانا روم اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کے ارادت مندوں میں شامل ہو گئے پھر اپنے پیر کی محبت میں اس قدر مستغرق ہوگئے کہ اپنا سب کچھ کھو بیٹھے۔ آخر ۶۷۲ھ مطابق ۱۲۷۳ء میں انتقال فرمایا اور قونیہ میں مدفون ہوئے۔ ان کی تصنیفات میں مثنوی کو شہرتِ دوام حاصل ہے، جس کے چھ ضخیم دفتر ہیں اور ہر دفتر ہزاروں ابیات پر مشتمل ہے۔ کل ابیات ۲۶ ہزار ہیں۔ اُن کی غزلوں کا بھی ایک مجموعہ ہے جو دیوان شمس تبریز کے نام سے مشہور ہے۔ ان کے سلسلۂ تصوف کو سلسلۂ جلالیہ یا سلسلہ مولویہ کہتے ہیں۔ اس سلسلے میں رقص و سماع کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

❖❖❖

حکایت شبان و موسیٰ

دید موسیٰ یک شبانی را براه — کو همی گفت ای کریم و ای اله
تو کجائی تا شوم من چاکرت — چارقت دوزم کنم شانه سرت
ور ترا بیماری ای آید به پیش — من ترا غمخوار باشم هم چو خویش
گر به بینم خانه ات را بر دوام — روغن و شیرت بیارم صبح و شام
دستکت بوسم، بمالم پایکت — وقت خواب آید بروبم جایکت
ای فدای تو همه بزهای من — ای بیادت هی هی و هیهات من
زین نمط بیهوده می گفت آن شبان — گفت موسیٰ با که استت ای فلان
گفت با آن کس که مارا آفرید — این زمین و چرخ ازان آمد پدید
گفت موسیٰ های خیره سر شدی — خود مسلمان ناشده، کافر شدی
گر نه بندی زین سخن تو حلق را — آتشی آید بسوزد خلق را
شیر آن نوشد که در نشو و نما ست — چارق او پوشد که او محتاج پاست
دوستی ای بی خرد خود دشمنی ست — حق تعالیٰ زین چنین خدمت غنی ست
گفت ای موسیٰ دهانم سوختی — وز پشیمانی تو جانم سوختی
جامه را بدرید و آهی کرد و تفت — سر نهاد اندر بیابان و برفت
وحی آمد سوی موسیٰ از خدا — بنده ای مارا ز ما کردی جدا
تو برای وصل کردن آمدی — یا برای فصل کردن آمدی

هر کسی را سیرتی بنہادہ ام — هر یکی را اصطلاحی دادہ ام
در حق او مدح در حق تو ذم — در حق او شہد و در حق تو سم
در حق او نور در حق تو نار — در حق او گل و در حق تو خار
ما برون ننگریم و قال را — ما درون بنگریم و حال را
گر خطا گوید اورا خاطی مگو — گر بود پُرخون شہید او را مشو
خون شہیدان را ز آب اولیٰ تر است — این خطا از صد صواب اولیٰ تر است
گر زبانش کج بود معنی ست راست — آن کجی ای لفظ مقبولِ خدا ست

(از مولانا جلال الدین رومی)

مشکل الفاظ کے معانی

شبان	=	چرواہا
کریم	=	بخشش کرنے والا، خدا تعالیٰ کا صفاتی نام
الٰہ	=	معبود، خدا
کجا	=	کہاں، سوالیہ لفظ ہے
چاکر	=	نوکر
چارق	=	جوتا
روغن	=	تیل، چکنائی
ھی ھی وھیھات	=	(کلمۂ افسوس)، افسوس
نمط	=	طرح

زین	=	از + این = اس سے
چرخ	=	آسمان
پدید آمدن	=	ظاہر ہونا، پیدا ہونا
خیرہ سر شدن	=	پاگل ہونا، ہوش و حواس کھو بیٹھنا
نشو ونما	=	بڑھنا، جسم کا بالیدہ ہونا
تفت	=	تفتن مصدر سے ماضی مطلق ہے۔ گرم ہوا
سر اندر بیابان نہادن	=	جنگل کی راہ لینا
وصل	=	جوڑنا، ملانا
فصل	=	جدا کرنا
مدح	=	تعریف
ذم	=	برائی
سم	=	زہر
درون	=	اندر، باطن
خاطی	=	غلطی کرنے والا
اولیٰ تر	=	زیادہ بہتر
صواب	=	درست
کجی	=	ٹیڑھا پن

ABDIEL SOLUTIONS ABSOL PATNA

غور کرنے کی باتیں

- اس میں ایک اولوالعزم پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ایک چرواہے کی گفتگو کو ڈرامائی انداز یا مکالمے کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔
- چرواہا اپنی سادگی میں خدا تعالیٰ سے مخاطب تھا۔ جس طرح ایک نوکر اپنے مالک کی خدمت کرتا ہے، اسی طرح وہ بھی خدا تعالیٰ کی خدمت کرنا چاہتا تھا۔ حضرت موسیٰ کو یہ اندازِ گفتگو پسند نہیں آیا اور اس کی گستاخی و شوخی پر اس کو خبردار کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تمھاری اِن باتوں سے ناخوش ہوگا اور سزا دے گا۔ بیچارہ چرواہا یہ سن کر خوف زدہ ہو گیا۔ اپنے کپڑے پھاڑ دیئے اور جنگل کی راہ لی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے اس طریقۂ ہدایت کو پسند نہیں کیا اور کہا کہ میں بندے کے باطن اور خلوص کو دیکھتا ہوں۔ اس کے ظاہری عمل یا بادب طرزِ گفتگو کو نہیں دیکھتا۔ اس لیے میرا بندہ مجھے جن الفاظ سے مخاطب کرے اور جس طرح مجھ سے محبت وعقیدت کا اظہار کرے، مجھے پسند اور محبوب ہے۔
- اس سے یہ تعلیم ملتی ہے کہ کسی کو نصیحت اس طرح کی جائے کہ اس کو بُرا نہ معلوم ہو۔
- اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی فطرت کو الگ الگ بنایا ہے۔ کسی کے لیے کوئی لفظ مدح ہے تو دوسرے کے لیے وہی ذم ہے۔ کوئی چیز ہمارے لیے شربت ہے تو دوسرے کے لیے زہر ہے۔ عام مردے کو غسل دینا لازمی ہے، لیکن ایک شہید کو غسل دینا غلط ہے۔
- اس سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ اپنے طور وطریقہ کے سوا کسی کو دوسری طرح عمل کرتے ہوئے دیکھیں تو فوراً اسے برا نہ کہیں بلکہ برداشت سے کام لیں۔

مختصر سوالات

۱- مولانا روم کہاں پیدا ہوئے تھے؟
۲- مولانا کے پیر و مرشد کا کیا نام تھا؟
۳- مثنوی معنوی کس کی تصنیف ہے؟
۴- شبان و موسیٰ میں کتنے اشعار ہیں؟
۵- وحی کس پر نازل ہوتی ہے؟

طویل سوالات

۱- مولانا روم کی زندگی کے حالات کو دس جملوں میں لکھیے۔
۲- شبان و موسیٰ کی حکایت کو مختصر طور پر اپنے الفاظ میں لکھیے۔
۳- اس کہانی سے ہمیں کیا کیا سبق ملتا ہے؟ اختصار سے بیان کیجیے۔
۴- ''شوم، دوزم، بینم'' کون سے فعل ہیں اور ان کا کون سا صیغہ ہے؟
۵- ''دستکت، پایکت اور جایکت'' کے آخر میں ت کیسی ہے اور یہ متصل ہے یا منفصل؟
۶- مندرجہ ذیل اشعار کا ترجمہ اور تشریح کیجیے:

(الف) تو برای وصل کردن آمدی
یا برای فصل کردن آمدی

(ب) ما برون ننگریم و قال را
ما درون بنگریم و حال را

(ج) خون شہیدان را ز آب اولیٰ تر است
این خطا از صد صواب اولیٰ تر است

عملی کام

۱- مندرجہ ذیل مصادر سے فعل مضارع بنائیے اور اُن کی گردان لکھیے۔

مالیدن ....

بوسیدن ....

کردن ....

سوختن ....

۲- اس سبق کے متضاد الفاظ کو چنیے۔

❖❖❖

رُباعی

اس کا لغوی معنی ''چار'' ہے۔ شاعری کی اصطلاح میں رباعی اُس صنف شاعری کو کہتے ہیں جس میں چار مصرعے ہوتے ہیں۔ جس کے پہلے، دوسرے اور چوتھے مصرعے کے آخر میں قافیہ اور ردیف ہوتے ہیں لیکن تیسرے مصرع کے آخر میں نہیں ہوتا۔ جیسے:

جانم بفدائے آنکہ چون اھل بود　　سر در قدمش اگر نہم سہل بود
خواھی کہ بدانی بہ یقین دوزخ را　　دوزخ بہ جہان صحبت نا اھل بود

مندرجہ بالا رباعی کے پہلے، دوسرے اور چوتھے مصرعے کے آخر میں بالترتیب ''اہل، سہل اور اہل'' قافیے ہیں اور ''بود'' ردیف ہے۔ مگر تیسرا مصرعہ قافیہ و ردیف سے عاری ہے۔

رباعی کے اوزان مخصوص ہیں۔ بحر ہزج سے رباعی کے اوزان متعین ہیں۔ رباعی میں عموماً فلسفہ، تصوف، عشق و محبت، حکمت و اخلاق، سیاست و معاشرت کے مضامین بیان ہوتے ہیں۔

فارسی میں مولانا روم، افضل کوھی، ابن یمین، سرمد اور خیام وغیرہ شعرا نے رباعیاں کہی ہیں۔ اس کتاب میں خیام اور سرمد کی صرف ۲،۲ رباعیاں شامل ہیں۔

❖❖❖

عمر خیّام

ان کا پورا نام حکیم ابوالفتح عمر بن ابراہیم الخیام تھا۔ یہ نیشاپور میں پیدا ہوئے۔ فلسفہ، نجوم، علم الحساب اور علم ہیئت میں اپنے عصر پانچویں صدی ہجری کے اواخر اور چھٹی صدی ہجری کے اوائل کے دانشوروں میں امتیازی حیثیت کے مالک تھے۔ انھوں نے تفریح طبع کے طور پر رباعیاں کہی ہیں۔ لیکن انھوں نے اپنی رباعیوں میں زندگی کے بارے میں اپنے نظریات، رنج وغم سے پرہیز اور ماضی و مستقبل کی فکر سے دور، حال میں مست رہنے کی تلقین کی ہے۔ ان کی رباعیات کا ترجمہ دنیا کی ہر بڑی زبان میں ہو چکا ہے۔ خیام کا انتقال چھٹی صدی ہجری کی ابتدا میں ہوا۔ نیشاپور میں ہی ان کا مزار ہے۔

خیام کا مزار

❖❖❖

رباعیاتِ خیّام

(۱)

بیگانہ اگر وفا کند خویشِ من است
ور خویش جفا کند بداندیشِ من است
گر زہر موافقت کند تریاق است
ور نوش مخالفت کند نیشِ من است

مشکل الفاظ کے معانی

بیگانہ	=	غیر
وفا	=	وعدہ کو پورا کرنا
خویش	=	اپنا
بداندیش	=	برا سوچنے والا، مراد دشمن
موافقت	=	مطابق ہونا
تریاق	=	زہر کی دوا
نوش	=	شربت
نیش	=	ڈنک مارنا، یہاں مراد زہر ہے

ABDIEL SOLUTIONS ABSOL PATNA

(۲)

ای دوست غمِ جہانِ بیہودہ مخور
بیہودہ غمِ جہانِ فرسودہ مخور
چون بود گذشت و نیست نابود پدید
خوش باش و غمِ جہانِ نابودہ مخور

مشکل الفاظ کے معانی

بیہودہ	=	بیکار، ناشائستہ
فرسودہ	=	گھسا ہوا، پرانا، فرسودن مصدر سے ہے
پدید	=	ظاہر
مخور	=	مت کھاؤ، خوردن مصدر سے فعل نہی ہے

ABDIEL SOLUTIONS ABSOL PATNA

غور کرنے کی باتیں

- مندرجہ بالا رباعی سے خیام کی فطرت اور مزاج پر روشنی پڑتی ہے۔ خیام ایسا شاعر ہے جو وفا کرنے والے کو اپنا دوست اور بدعہدی کرنے والے کو اپنا دشمن اور غیر تصور کرتا ہے۔ کوئی چیز اگر ہمارے مزاج کے موافق ہے تو وہ زہر ہونے کے باوجود ہمارے لیے مفید ہے اور اگر کوئی شے ہماری طبیعت سے مناسبت نہیں رکھتی ہے تو وہ شیریں ہونے کے باوجود میرے لیے زہر ہلاہل سے کم نہیں ہے۔ اسی حقیقت کو شاعر نے بیان کیا ہے۔ اسی اصول کے مطابق ہمیں بھی اپنی زندگی میں اچھے بُرے اور دوست دشمن میں تمیز کرنا چاہیے۔ نہ کسی کو بلاوجہ دشمن سمجھنا چاہیے اور نہ بلا تجربہ ہمدرد و دوست سمجھنا چاہیے۔
- دوسری رباعی میں خیام نے ماضی و مستقبل کی فکر سے بے نیاز رہنے اور اپنی موجودہ حالت کو ان کی فکر میں خراب نہیں کرنے کی تلقین کی ہے۔

مختصر سوالات

۱- رباعی میں کتنے اشعار ہوتے ہیں؟
۲- اس کا نام رباعی کیوں ہے؟
۳- رباعی کے لیے کون سی بحر مقرر ہے؟
۴- خیام کی وفات کس شہر میں ہوئی تھی؟
۵- فارسی کے رباعی گو شعرا میں سب سے زیادہ شہرت کس کی ہے؟

ABDIEL SOLUTIONS ABSOL ★ PATNA ★

طویل سوالات

۱- عمر خیام کی پہلی رباعی کی وضاحت اپنے الفاظ میں کیجیے۔

۲- دوسری رباعی میں شاعر نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے اگر آپ اس سے اتفاق رکھتے ہیں تو مدلل بیان کیجیے۔

۳- ''جہانِ فرسودہ'' کون سا مرکب ناقص ہے اور یہ مرکب کیسے بنایا جاتا ہے؟

۴- نخور کون سا فعل ہے اور اس کے بنانے کا کیا طریقہ ہے؟

۵- مندرجہ ذیل مصادر سے فعل نہی بنائیے

آمدن ....

رفتن ....

گفتن ....

نشستن ....

عملی کام

۱- مندرجہ ذیل جملوں کا فارسی میں ترجمہ کیجیے:

- بری بات مت بولو۔
- زیادہ مت کھاؤ۔
- نماز وقت پر ادا کرو۔
- برے لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو۔
- وقت پر اسکول جاؤ۔

❖❖❖

سرمد

ان کا اصل نام کیا تھا۔ یہ کہ ، اور کہاں پیدا ہوئے تھے، اس کا کسی تذکرے میں ذکر نہیں ملتا۔ غا ایہ آرمینیا کے رہنے والے تھے۔ قبلاً یہ یہودی یا عیسائی تھے۔ تجارت پیشہ تھے۔ شاہ جہاں کے دورِ حکومت میں ہندوستان آئے۔ جب ان ، سندھ کے علاقہ ٹھٹھ سے ہوا تو ایک لڑکے پر عاشق ہو گئے۔ اس کے عشق میں اس قدر بیخود ہو گئے کہ مجذوبانہ کیفیت پیدا ہوگئی اور عریاں رہنے لگے۔ دہلی آئے تو داراشکوہ سے ملاقات ہوئی۔ وہ ان کا معتقد ہو گیا۔ ان کی عریانیت اور بدعقیدگی کی خبر اورنگ زیب کو ہوئی تو انھوں نے لباس پہننے کی درخواست کی اور کلمہ پڑھنے کو کہا۔ لباس پہننے سے اعتراض کیا اور کلمہ صرف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تک ہی پڑھا۔ پورا کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ علماء نے کفر کا فتویٰ دیا اور وہ قتل کر دیئے گئے۔ یہ واقعہ ۱۶۶۱ء کا ہے۔ قتل کے بعد لوگوں نے انھیں شہید کا لقب دیا۔

❖ ❖ ❖

رباعیاتِ سرمدؔ

(۱)

احوال شد از زشتیِ اعمال تباہ
جز فضلِ خدا نیست دگر جای پناہ
ہر چند کہ من ضعیف و ابلیس قوی است
لا حول و لا قوۃ اِلّا باللہ

مشکل الفاظ کے معانی

احوال	=	حال کی جمع ہے
زشتی	=	خرابی، برائی
اعمال	=	کام، عمل کی جمع
جز	=	سوا
فضل	=	عنایت، بخشش
ہر چند	=	اگرچہ
ضعیف	=	کمزور
قوی	=	مضبوط، توانا
اِلّا	=	مگر

---

(۲)

بکشای دری که در کشاینده تویی
بنمای رهی که ره نماینده تویی
من دست به هیچ دستگیری ندهم
کاینها همه فانی اند و پاینده تویی

مشکل الفاظ کے معانی

بکشا	=	کھول دو، کشادن مصدر سے فعل امر ہے
در	=	دروازہ، میں
بنما	=	دکھا دے، نمودن مصدر سے فعل امر ہے
دستگیر	=	ہاتھ پکڑنے والا، مددگار، اسم فاعل سماعی ہے
ندہم	=	میں نہیں دوں گا
فانی	=	فنا ہونے والا
پاینده	=	باقی رہنے والا، پاییدن مصدر سے اسم فاعل قیاسی ہے

غور کرنے کی باتیں

- برا کام کرنے کا انجام بُرا ہوتا ہے۔
- انسان کی زندگی پر اس کا بُرا اثر پڑتا ہے۔
- انسان کمزور ہے۔ ہر وقت اسے شیطان سے خطرہ ہے۔
- اللہ کی مدد ہی انسان کو گناہ اور شیطان سے بچا سکتی ہے۔
- اللہ سے ہی ہمیں مدد کی درخواست کرنا چاہیے۔ اس کے سوا کوئی ہماری نصرت کے لائق نہیں ہے۔

مختصر سوالات

۱- سرمد کو شاعری کی کس صنف میں شہرت حاصل تھی؟
۲- سرمد کی شہادت کس بادشاہ کے زمانے میں ہوئی؟
۳- انھیں کس جرم میں قتل کیا گیا؟
۴- انسان کے حالات کیوں خراب ہوتے ہیں؟
۵- ہمارا اصلی اور دوامی مددگار کون ہے؟

طویل سوالات

۱- سرمد کی پہلی رباعی کے آخری مصرعے لاقوۃ الا باللہ کا مفہوم کیا ہے؟
۲- شاعر نے رہنمائی اور درکشائی کی درخواست کس سے اور کیوں کی ہے؟ اسے مختصر لفظوں میں بیان کیجیے۔
۳- ہمیں فانی ذات سے کیوں نہیں مدد مانگنی چاہیے؟ بیان کیجیے۔
۴- ''تویی'' کی ضمیر کس کے لیے استعمال ہوئی ہے اور کیوں؟ جواب دیجیے۔
۵- دوسری رباعی کی تشریح اپنے الفاظ میں کیجیے۔

۶- پہلی رباعی کی روشنی میں ہمارا عمل کیسا ہونا چاہیے۔ اسے مختصر طور پر بیان کیجیے۔

عملی کام

۱- فعل امر بنانے کا قاعدہ مثال کے ساتھ لکھیے۔

۲- مندرجہ ذیل مصادر سے فعل امر کی گردان معنی کے ساتھ لکھیے:

کشادن ....

نمودن ....

❖ ❖ ❖